باب#۱۰۶

قتل کرنے کا ناکام منصوبہ!

مشرکین قریش نے مسلمانوں کی ہجرت کو کیوں برداشت کرلیا	۱۶۸
دونوں جانب سرگرمیاں عروج پر	۱۷۳
مشرکوں کو کامیابی کا یقین	۱۷۴
اللہ اپنے رسولؐ کو گھر سے بحفاظت نکالتا ہے	۱۷۵
اللہ کا رسولؐ، سفر ہجرت کے منتظم ابوبکرؓ کے مکان پر	۱۷۶
یک بارگی بارہ تلواروں سے قتل کا منصوبہ ناکام ہوگیا	۱۷۷
رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے دوست کی تلاش	۱۷۹
مکہ کڑی نگرانی اور پہرے میں	۱۷۹

باب#۱۰۶

قتل کرنے کا ناکام منصوبہ!

مشرکین قریش نے مسلمانوں کی ہجرت کو کیوں برداشت کرلیا

اگرچہ قریش یثرب میں قایم ہونے والے مسلمانوں کے مرکز سے خائف ضرور تھے مگر اُن کی عقلوں پر اللہ نے پتھر ڈال دیے تھے۔ مستقبل قریب میں تجارتی شاہ راہ پر واقع یثرب میں محمد ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کی قایم ہونے والی مملکت سے نبٹنا اِن کے بس میں ہر گز نہیں تھا، یہ بات آنے والے دنوں میں ثابت ہوگئی، مورخ کے سامنے سوال یہ ہے کہ اس حقیقی خطرے کو وہ کیوں نہ بھانپ گئے اور کیوں نہ اُنھوں نے پہلے ہی مرحلے میں محمد ﷺ اور اُس کے ساتھیوں کو مکّے میں روک لیا؟ جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو یہ بات بالکل صاف نظر آتی ہے کہ تمام کاموں کی اصل منصوبہ بندی کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ قریش نے اللہ سے دشمنی میں عقل و فہم سے کام لینا چھوڑا، اللہ نے اُن کی عقل سلب کرلی۔ وہ خانہ جنگی کا ایک جھوٹا خوف رکھتے تھے، جس کا بہانہ بنا کر مسلمانوں کے خلاف کوئی انتہائی اقدام نہیں کر رہے تھے، سوائے معدودے چند مثالوں کے، جیسے ابو جہل نے اپنے بھائی کو ہجرت کرنے سے روک دیا، ایسی مثالیں زیادہ نہیں ہیں۔ اُنھیں شیطان نے ہجرت کر جانے والوں کی جایدادوں اور مال پر قبضے کا لالچ دیا تھا، اچھا ہے جتنے چلے جائیں، چھوڑی ہوئی جایداد اور مال بھی ملے گا اور روز روز کی توحید اور اعمالِ صالحہ کی نصیحت اور برائیوں پر تنکیر سے تو نجات ملے گی! جب عقلیں ماری جائیں تو اسی طرح کی سوچیں دماغوں میں سنسناتی ہیں۔ کسی نے غور نہیں کیا کہ یہ لوگ جو زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں کیوں شہر چھوڑ کر جارہے ہیں، اِن کی دعوت توحید میں کتنی سچائی ہے، کل کلاں کو جب یہ یثرب میں طاقت پکڑ لیں گے تو کیا حج کرنے نہیں آئیں گے، کیا یہ کعبے پر اپنا حق نہ جتلائیں گے، وقتی فوائد اور ناپسندیدہ شخصیتوں کے چہرے دیکھنے سے ریلیف حاصل کرنے کے عوض قریش نے اپنی قیادت کو کھو دیا۔ اللہ کے رسولؐ نے پکار پکار کر کہا تھا کہ ایک کلمہ قبول کرلو عرب و عجم کی بادشاہی اور آخرت کی کام یابی تمھاری ہے لیکن کچھ سمجھ نہ آیا۔ سارے لوگ علی الاعلان چلے گئے اور مکّے میں صرف دو قابل ذکر مسلمان خاندان رہ گئے ایک خود نبی ﷺ کا جس میں علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور دوسرا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا، یہاں پہنچ کر قریش کو خیال آیا کہ

چڑیاں تو چگ گئیں کھیت ! سُورَۃ یُوسُف اُنھیں سُنائی جا چکی تھی، وہ خود اپنے اوپر گواہ تھے کہ برادرانِ یُوسُفؑ کی طرح وہ نبی ﷺ سے نہ صرف وہی سلوک کر رہے ہیں بلکہ ویسی ہی حماقتیں بھی؛ ایک دن ضرور آئے گا جب برادرانِ یُوسُفؑ کی مانند یہ دشمنانِ دین، نبی ﷺ کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور اُس کے ہاتھ میں کعبے کی کنجی ہوگی جس کو چاہے دے دے۔

قریش ہوش میں آتے ہیں

جب مشرکین نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) کے تقریباً تمام ہی رفقا اپنے بال بچوں کو لے کر، محمد (ﷺ) کی خاطر قریش سے اور سارے عرب سے جنگ کا عہد کرنے والوں کے شہر یثرب جا پہنچے ہیں تو اُن کے کلیجوں میں آگ لگ گئی اور اُس کی انتہا نہ رہی جب وہاں مسلمانوں کے استقبال اور اطمینان سے بسنے کی خبریں ملیں، وہ خوابِ غفلت سے ہوش میں آئے۔ قصی کے بعد سے اب تک اُنھیں ایسے خراب حالات سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا، اتنے خراب حالات تو اُس دن بھی نہ تھے جب ابرہہ ہاتھی لے کر آیا تھا، اُس دن تو اللہ اُن کے ساتھ تھا، مگر آج اللہ سے مقابلہ ہے، قریش اپنے سر کی آنکھوں سے حالات کی خرابی دیکھ رہے تھے اور اللہ سے دشمنی پر اُن کے دل و دماغ گواہ ہو گئے تھے۔ سردارانِ قریش اپنے تکبر اور انا کی ایک جنگ لڑ رہے تھے، جس کی شکست سے بھی آگاہ تھے، لیکن شیطان اُنھیں بڑھاوے دے رہا تھا، شیطان ان کا رفیق تھا۔ اب ان کے سامنے محمد (ﷺ) کی سارے حجاز پر حکومت مجسم نظر آ رہی تھی جو اُن کی مشرکانہ جاہلیت اور معاشی بقا کو چیلنج کر رہی تھی۔

صرف ملک شام سے مکہ والوں کی سالانہ تجارت ڈھائی لاکھ دینار تھی۔ اہل طائف وغیرہ کی تجارت اس کے علاوہ تھی اور اس ساری تجارت کا انحصار یثرب کے موڈ پر تھا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ یمن سے شام تک بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ان کی جو تجارتی شاہراہ واقع ہے، اُس کو کھلا رکھنے اور بند کر دینے پر یثرب کتنا قادر ہے اور اس تجارتی راستے پر اُن کی آسودہ حالی کتنی منحصر ہے۔

مشرکین، محمدؐ بن عبداللہ کی قایدانہ اور انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ تھے، وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے رفقا کی سیرت میں گزشتہ ۱۳ سال میں کیسا صبر و استقامت اور جذبہ جاں نثاری بھر دیا ہے۔ وہ اوس و خزرج کے قبائل کی گھٹی میں پڑی جنگی صلاحیت اور اُن کے یہودیوں پر تفوق سے بھی واقف

تھے۔ سردارانِ قریش نے محمد بن عبداللہ، رسول کریم ﷺ کی زبانی سُن رکھا تھا کہ وہ اِن کو ذبح کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے! وہ جانتے تھے کہ اُس کی ہر بات پوری ہوتی ہے۔ جب طواف کرتے وقت اُس نے یہ دھمکی اُن کو دی تھی اُس وقت بھی اُن کے ہوش اُڑ گئے تھے، مگر وہ تو صرف دھمکی تھی، آج تو وہ خطرہ، مجسم ہو کر سامنے کھڑا تھا۔ اہلِ مکہ یثرب چلے جانے والے اپنے نوجوان رشتہ داروں کے جواں عزم اور بہادری و شجاعت کے ساتھ نبی ﷺ سے اُن کی گہری عقیدت سے آگاہ تھے، وہ جانتے تھے کی اگر اُن کو اپنے دین کی خاطر لڑنا پڑا تو وہ قرابت اور رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہ کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں برپا ہونے والی حق و باطل کی کشمکش ایک نازک مقام پر آ گئی ہے، آنے والے اوراق میں اس کشمکش کی تقویم کو وضاحت سے بیان کرنے کی خاطر ہم اس کو گری گورین تواریخ کی ترتیب میں لے کر چلیں گے۔ ۹ ستمبر ۶۲۲ء سے شروع ہونے والا ہجرت کا یہ سفر ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینے میں اختتام پذیر ہوا [۲۷ صفر سے ۱۲ ربیع الاوّل تک کل ۱۶ دن]۔

۹ ستمبر ۶۲۲ء جمعرات

مسلمانوں کو یثرب جانے سے باز رکھنے میں قریش سے غلطی ہو گئی، مگر اُنھوں نے اسلام کے اِس نئے مرکز سے پیدا ہونے والے معاشی، عسکری اور معاشرتی و تمدنی خطرات کو بھانپ لیا اور اُن کے مناسب تدارک پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا۔ مشرکین نے اس مقصد کے لیے بیعت عقبہ ثانیہ کے تقریباً سوا دو ماہ بعد دار الندوہ [آج کی اصطلاح میں پارلیمنٹ ہاؤس] میں مشاورت کا اجلاس طلب کیا اس میں سوائے بنو ہاشم کے، قریش کے تمام قبائل کے نمایندوں نے شرکت کی۔ یہ سنہ ۱۴ نبوی [ہجرت کے پہلے برس] میں صفر کی ۲۷ تاریخ تھی۔ [۹ ستمبر ۶۲۲ء، صفحہ ۳۸۲ پر ۶۲۲ء کا کیلنڈر دیکھیے] یہ تعجب کی بات ہے کہ سارے قبائل کے سرداروں نے شرکت کی مگر بنو ہاشم کا سردار ابو لہب نہیں آیا، ہمارے خیال میں اُس کی غیر حاضری ایک جانی بوجھی سازش کے تحت تھی، عربوں کی روایات میں کسی سردار کے لیے کسی بھی بد سے بدتر درجے کی نااہلی اور بے عزتی یہ تھی کہ وہ اپنے قبیلے کے افراد کا دفاع نہ کر پائے۔ وہ اگر اجتماع میں شریک ہوتا اور اُس کی موجودگی میں بھتیجے کے قتل کا فیصلہ ہوتا تو قبیلے کے افراد کے لیے اُسے معزول کر کے قتل کر دینا جائز ہو جاتا۔ تاہم سردارانِ قریش کے اجتماع کی متفقہ قراردادِ قتل کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو قریش کی مشترکہ تلواروں سے قتل کرنے کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ابو لہب تلوار لیے آپ ﷺ کے دروازے پر اونگھنے والوں میں شامل تھا۔

سرداران قریش کو مطعم بن عدی کے مر جانے نے بھی اتنی ہمت دلائی کہ ایسی قرارداد لا سکیں و گرنہ اُس کی زندگی اور موجودگی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ محمد ﷺ اُس کے جوار میں ہوں اور وہ لوگ اُس کی پناہ میں کسی شخص کو اس بُزدلانہ طریقے سے قتل کریں کہ کسی قبیلے سے اُس کے وارثین خوں بہا بھی طلب نہ کر سکیں۔ مطعم کی یہ عالی ظرفی تھی کہ جس کی بنا پر رسول اللہؐ نے بدر کے قیدیوں کو چھڑانے آنے والے اُس کے بیٹے سے کہا کہ اگر تیرا باپ زندہ ہوتا اور وہ اِن سب کی رہائی کی درخواست کرتا تو میں اِن سارے بدبودار قیدیوں کو اُس کے حوالے کر دیتا۔ دارالندوہ میں منعقدہ مشاورت کے اجلاس میں قریش کے مختلف قبائل سے درج ذیل ۱۴ نمائندے شریک تھے۔

شمار	قبیلہ	نُمائندگی	شمار	قبیلہ	نُمائندگی
۱	بنی اسد	ابوالبختری بن ہشام	۸	بنی عبدالدار	نضر بن حارث
۲	بنی اسد	زمعہ بن اسود	۹	بنی مخزوم	عمرو بن ہشام؛ ابوجہل
۳	بنی اسد	حکیم بن حزام	۱۰	بنی سہم	نبیہ بن حجاج
۴	بنی جمح	امیہ بن خلف	۱۱	بنی سہم	منبہ بن حجاج
۵	بنی عبد شمس	شیبہ بن ربیعہ	۱۲	بنی نوفل	جبیر بن مطعم
۶	بنی عبد شمس	عتبہ بن ربیعہ	۱۳	بنی نوفل	طیمہ بن عدی
۷	بنی عبد شمس	ابوسفیان بن حرب	۱۴	بنی نوفل	حارث بن عامر

یک نکاتی اجتماع کے ایجنڈے پر صرف ایک نکتہ یہ تھا کہ اس نئی صورتِ حال [یثرب میں اسلام کے مرکز کا قیام اور اُس کی جانب مسلمانوں کی ہجرت] کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ مختلف لوگوں نے تین مختلف حل پیش کیے:

۱. ہم محمد (ﷺ) کو جلاوطن کر دیں۔.................ابوالاسود

۲. اسے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دیا جائے یہاں تک کے مر جائے. ...ابوالبختری

۳. سارے قبائل کے نمائندے مل کر یک بارگی اسے قتل کر دیں.. ..... عمرو بن ہشام؛ ابوجہل

پہلا اس لیے رد کر دیا گیا کہ جلا وطن ہو کر وہ اپنے حامیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہو سکتا ہے لہٰذا زندہ چھوڑنا حل نہیں ہے۔ دوسرا حل بھی اس لیے رد کر دیا گیا کہ خطرہ ہے کہ محمد (ﷺ) کے ماننے والے اُسے چھڑانے کی کوشش کریں گے، تیسرے حل کے پیش کنندہ نے اس کے حق میں اور اس کو روبہ عمل لانے کے لیے کہا: ہم ہر قبیلے سے ایک مضبوط، صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کر لیں، پھر ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں، اس کے بعد سب کے سب اس شخص کا رخ کریں اور اس طرح یک بارگی تلوار کے حملے سے اس کو قتل کر دیں، گویا ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو۔ یوں ہماری جان اس شخص سے چھوٹ جائے گی، اس شخص کا خون سارے قبائل پر تقسیم ہو جائے گا اور بنو عبد مناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے، اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ آخری حل کو سب نے تسلیم کر لیا اور اس قرارداد پر اجتماع ختم ہوا کہ اس تجویز پر جلد ترین یعنی آج ہی عمل درآمد کیا جائے، جاہلیت کے علم برداروں کے خیال میں توحید کی اس مصیبت سے ہمیشہ کے لیے جان چھڑا لینے کا وقت آ گیا تھا!

یہ اجلاس دوپہر تک ختم ہو گیا، جبرائیل علیہ السلام آپؐ کی خدمت میں اس اجتماع کی روداد لے کر آئے اور آپؐ کو یہ اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا مقام بعثت چھوڑنے یعنی مکّے سے ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ اس اطلاع کے بعد نبی ﷺ خلافِ معمول ٹھیک دوپہر کے وقت ابو بکرؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اُنھیں بتایا کہ آپؐ کو روانگی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نصف النہار کی چمک دار دوپہر کو ہم اپنے گھر پر تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ خلاف معمول دروازے پر تشریف لائے تو میرے والد (ابو بکرؓ) نے کہا: "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! اس وقت آپؐ کو کوئی نہایت اہم معاملہ یہاں تک لایا ہے۔ تب اللہ کے نبیؐ اندر تشریف لائے اور میرے والد سے کہا جو کوئی اور فرد گھر میں ہو اُسے اپنے سے علیحدہ کر دو، تو انھوں نے کہا: اگر کوئی ہے تو وہ آپؐ کی اہلیہ ہی ہیں۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مکہ مکرمہ سے یثرب کی طرف ہجرت کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: کیا آپؐ کی ہم راہی میں، میں بھی چل سکوں گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری دو اونٹنیوں میں سے ایک آپؐ قبول فرمایئے، اللہ کے نبیؐ نے فرمایا، ٹھیک ہے، مگر مفت میں نہیں بلکہ قیمتاً لوں گا۔

اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار اور وطن کو قربان کر دینے کا اور اپنے خون خوار دشمنوں پر دو حرف بھیج کر اُن

کو نادم و پریشاں اور ہکا بکا چھوڑ دینے کا وقت آ گیا تھا............تاریخ کی جنگاہ میں دو فریق آخری مقابلے کے پہلے اور فیصلہ کن مرحلے میں مقابلے کے لیے آ گئے۔

دونوں جانب سر گرمیاں عروج پر

دونوں جانب ایک ہی نعرہ تھا 'وقت کم ہے اور مقابلہ سخت ہے' دونوں فریقین کے لیے اُن کے مشن، تہذیب اور مستقبل کا انحصار آج کے کاموں کو بہتر ترین طور پر انجام دینے کا تھا۔

مشرکانہ جاہلیت کے علم بردار فریق کا سارا اعتماد اچھی تدبیروں، وسائل اور جوش و خروش و ہوش سے کام کو عمدہ ترین طریقے سے منصوبے کے مطابق انجام دینے پر تھا۔ آج اگر محمد (ﷺ) کا کام تمام نہیں ہوا تو کبھی نہیں، کبھی خوشیاں نصیب نہیں ہوں گی نہ چین ملے گا اور جاہلی قریش کا وقار ملیا میٹ ہو جائے گا، قصی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا اور تقدیر میں یہی لکھا ہوا تھا، ایسا ہی ہونا تھا خواہ وہ کچھ ہی کر لیں، سارے انسانی وسائل کو اور عقل و خرد کے ساتھ کارکردگی اور تدبیروں کے بہترین سے بہتر ممکنہ معیار کو لے آئیں، جاہلیت کی شکست جو آنے والی پے درپے شکستوں کا پیش خیمہ ہے مقدر بن چکی تھی۔

دوسری جانب دنیا کے دو بہترین عبقری انسان تھے، ایک اللہ کا رسولؐ تھا اور دوسرا اُس کا رفیقِ خاص؛ اخلاص و سچائی اور اللہ پر بھروسہ اور اللہ کے وعدے تھے۔ انسانوں کا کام اپنی سی بہترین تدبیر کر لینا اور غلطی کے کسی شائبے کے بغیر اللہ کی دی ہوئی سمجھ بوجھ کے استعمال میں کسی خیانت کے بغیر اپنا کام منصوبے کے مطابق کر لینا تھا باقی کام اللہ کا تھا۔ اللہ کے بندوں نے بھی اپنا کام پورا کیا اور اللہ نے بھی اپنا کام پورا کیا، دونوں جانب مخلوق نے اپنی سی کر دیکھی، جیت اللہ کی تھی۔ اللہ محمد ﷺ اور اُس کے دوست کے ساتھ تھا۔

سردارانِ قریش نے اپنا باقی سارا دن دارالندوہ میں طے کیے گئے فیصلے کے نفاذ کی تیاری میں گزارا، کیسے نادان تھے، عرب و عجم کی بادشاہی اور آخرت کی لازوال جنتوں کو ٹھکرا دیا، اللہ کے رسول کو قتل کرنے کے لیے بارہ سردار چنے گئے، جن کی فہرست نیچے جدول میں دی گئی ہے۔

نبی ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ عشا کی نماز کے بعد سوائے کسی اہم دینی امور کے کوئی کام نہ انجام دیتے اور نہ ہی گفتگو پسند فرماتے بلکہ جلد سو جاتے، پھر آدھی رات کو اللہ کی یاد و عبادت کے لیے اُٹھتے، مسجد حرام تشریف لے جاتے وہاں تہجد ادا فرماتے۔ آج کی رات بہت ہی اہم تھی سردارانِ کفار نے منصوبہ بنایا تھا کہ

تہجد کے لیے آپؐ نکلیں گے تو بارہ سرداروں کی بارہ تلواریں اپنا کام دکھادیں گی۔ تہجد کے اُس معمول کے وقت پر جس سے کفار خوب آگاہ تھے، گھنٹہ دو گھنٹے پہلے دروازے پر یہ بارہ سردار بے نیام تلوار لیے ایک ناپاک ارادے کے ساتھ کھڑے تھے۔

شمار	قبیلہ	نُمایندگی		شمار	قبیلہ	نُمایندگی
۱	بنی ہاشم	ابو لہب بن عبد المطلب		۷	بنی عبد الدار	نضر بن حارث
۲	بنی اسد	زمعہ بن الاسود		۸	بنی مخزوم	ابو جہل بن ہشام
۳	بنی امیہ	حکم بن العاص		۹	بنی سہم	نُبَیّہ بن حجاج
۴	بنی امیہ	عقبہ بن ابی معیط		۱۰	بنی سہم	منبّہ بن حجاج
۵	بنی جمح	امیہ بن خلف		۱۱	بنی سہم	حارث بن قیس بن الغیطلہ
۶	بنی جمح	ابی بن خلف		۱۲	بنی نوفل	طیمہ بن عدی

اِس دوران جب کچھ جمع ہو گئے تھے اور کچھ کا انتظار تھا، اُنھوں نے گھر کے اندر سے خواتین کی آوازیں سنیں، یہ آوازیں سودہؓ، اُمِ کلثومؓ، فاطمہؓ اور اُمِ ایمنؓ کی رہی ہوں گی۔ یہ آوازیں اُنھیں شرمندہ کر گئیں، اُنھوں نے جان لیا کہ اگر عربوں کی روایات کے برخلاف دیوار پھاند کر گھر میں کودے تو ساری زندگی دنیا اُنھیں گھر اور عورتوں کی حرمت پامال کرنے اور بزدلی دکھانے کا طعنہ دے گی۔ انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ آپؐ کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔ سورج غروب ہوتے ہی ۲۷ صفر ختم اور یہ ۲۸ ویں شب تھی اس رات آپؐ نے علیؓ کو اپنے پاس موجود لوگوں کی تمام امانتیں سپرد کر دیں کہ جس کی ہوں اُس کو بحفاظت واپس کر دیں۔ اور اُن کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے بستر پر آپؐ کی خاص سبز چادر اوڑھ کر سو جائیں، یہ چادر رسول اللہؐ روزانہ خود اوڑھ کر سوتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے اللہ کے دیے ہوئے عِلم سے یہ بھی یقین دلا دیا کہ کفار کے ہاتھوں اُن کو کوئی ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بارہ سردار، علی رضی اللہ عنہ کو سوتا دیکھ کر یہ سمجھتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے ہیں۔ اس لیے انتظار کرنے لگے کہ آپؐ اُٹھیں اور باہر نکلیں تو یہ لوگ وہ کام انجام دے لیں جس پر مرنے تک یہ ڈینگیں ماریں۔

مشرکوں کو کامیابی کا یقین

مشرکانہ جاہلیت کے علم برداروں کو یقین تھا کہ اُن کا منصوبہ کامیاب ہوگا، ناکامی کا تو کوئی امکان ہی نظر نہیں

آرہا تھا، بے وقوف سوچ رہے ہوں گے کہ خواہ مخواہ گزشتہ دس برس برباد کیے، جس دن کوہِ صفا سے اُس نے پکارا تھا اگر ابولہب کی مان لیتے اور اُسی وقت یہ فیصلہ کرلیتے جو آج کیا ہے تو یہ مشکل کے دس برس نہ گزارنے پڑتے، پھر سوچ، سوچ کر خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو جو ہوا سو ہوا، دیر آید درست آید۔ اپنی تدبیر پر خوشی کے نشے میں ابوجہل گویا ہوا: محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اُس کی اطاعت [۱۳۱] کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر مرے پیچھے زندہ کر کے اُٹھائے جاؤ گے تو تمھارے لیے اردن کے باغات کی مانند جنتیں ہوں گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو محمد (ﷺ) کے ساتھی تمھیں ذبح کریں گے۔ اور تمھارے مرنے کے بعد تمھارے لیے آگ ہی آگ ہو گی جس میں جلائے جاؤ گے۔ [۱۳۲] اِن سطور کا مصنف یہ یقین رکھتا ہے کہ فرعون کی مانند ابوجہل ضرور روزانہ آگ پر پیش کیا جاتا ہوگا۔ اپنے آپ کو ذبح ہوتے ہوئے تو خود اُس نے میدان بدر میں دیکھ لیا تھا، جب اُس کا زخمی و بے جان جسم زندگی اور موت کے درمیان پڑا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ اُس کے سینے پر چڑھے تھے کہ اُس کی تکبر کی ماری گردن تن سے جدا کریں تو ذبح ہونے والے بیل کی مانند ڈکراتے ہوئے جاہلوں کے سرغنے نے کہا تھا: اُو، چرواہے تو بڑی اونچی جگہ چڑھ گیا! .... کم بخت، تکبر پر ہی زندہ رہا اور تکبر پر ہی مر گیا، آگ ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔

۱۰ ستمبر ۶۲۲ء جمعہ

اللہ اپنے رسولؐ کو گھر سے بحفاظت نکالتا ہے

نصف شب گزر چکی ہے [شمسی کیلنڈر کے اصول کے مطابق رات ۱۲ بجے تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے]، عام معمول کے مطابق جو وقت آپ ﷺ کا تہجد کو جانے کے لیے تھا اُس سے کچھ قبل ہی، [گمان کیا جا سکتا ہے کہ ایک اور دو بجے شب کے درمیان] رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، خالق و مالک بھی ساتھ تھا۔ مشرکین ایک مدہوشی کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیے گئے تھے، آپؐ نے اُن کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی، [اِن کی مانگیں بھر دیں!] کھلی آنکھیں کچھ نہیں دیکھ رہی تھیں، اللہ نے ان کی بصارت صلب کر لی وہ آپؐ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ آپؐ آج سے آٹھ برس قبل نازل ہونے والی سُورَۃُ یٰسٓ کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے۔: وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ

---

۱۳۱ اُس کے تکبر میں نبی کی اطاعت کے خیال ہی سے اُبال آتا تھا، سارے جاہلیت کے مارے نبی کی اطاعت ہی سے گھبراتے ہیں۔

۱۳۲ خط کشیدہ سطور میں وہ مذاقیہ اور طنزیہ بکواس ہے جن کا حوالہ صفحہ ۱۱۴ پر دیا گیا ہے۔

سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (۳۶: ۹) "ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کردی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کردی۔ پس ہم نے اُنھیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔" اس موقع پر گھات لگائے مشرکین میں سے کوئی نہ بچا جس کے سر پر مٹی نہ پڑی ہو۔

اللہ کا رسولؐ سفر ہجرت کے منتظم ابو بکرؓ کے مکان پر

یہاں سے آپؐ سیدھے اپنے دوست کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکلے باہر کجاوہ کسے دو اونٹ تیار تھے۔ گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ کم زیادہ کچھ ڈھائی بجے رات کا وقت رہا ہو گا۔ ایک اونٹ پر نبی ﷺ سوار ہوئے اور دوسرے پر اس سفر کے منتظم [منیجر] جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے چھوٹے بیٹے عبداللہؓ۔ دونوں سواریاں شمال کی جانب، یثرب کو جانے والی معروف شاہراہ کو چھوڑ کر جنوب کی طرف یمن والے راستے پر بڑھ گئیں، تاکہ کفار اِنھیں شمال میں یثرب کے کاروانی رستے پر تلاش میں مرتے رہیں۔ مکّے کے جنوب میں کم و بیش چار میل سے زیادہ کے فاصلے پر ثور نامی ایک پہاڑ ہے، ثور کے معانی بیل کے ہیں، غالباً کسی زمانے میں پہاڑ کی شکل بیل سے مشابہ ہونے کے باعث اس کا نام ثور پڑ گیا۔ یہ کافی اونچا، پیچیدہ راستوں سے بڑی مشکل سے چوٹی تک جانے کی اجازت دینے والا پہاڑ ہے۔ فوری طور پر یہی منزل تھی۔ اِن دو سواریوں کے پیچھے ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے، جو بھیڑوں کا گلہ لیے پیچھے پیچھے آرہے تھے تاکہ اونٹوں کے نشانِ قدم معدوم ہو جائیں۔ عامر بن فہیرہؓ قبل از اسلام غلام تھے، اُن کا پیشہ گلہ بانی تھا، اسلام قبول کرنے کے جرم میں ستائے گے تو ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کرنے کے بعد اِنھیں اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی سونپ دی تھی۔

ہائے مکّہ

یہاں آتے ہوئے رستے میں مکے کی آبادی کی حدود سے باہر نکلے تو آپؐ نے اونٹ کو روکا اور مڑ کر مکے کی جانب دیکھا، دل کی گہرائیوں سے ایک درد بھری پکار سے اُس کو صدا دی "[اے شہرِ مکہ] اللہ کی زمین پر تو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ بھی تجھے محبوب رکھتا ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے تیری سرزمین سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا"۔ دامنِ کوہ میں پہنچ کر [اغلباً تین بجے رات کو] اونٹ وہیں عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کے پاس چھوڑے اور سرعت سے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بڑھے، جہاں قیام کے لیے ایک غار کو منتخب کیا ہوا تھا۔ یہاں نوکیلے پتھر بھی بکثرت تھے۔ جن سے نبی اکرم ﷺ کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے، نشان قدم نہ

چھوڑنے کی کوشش میں آپؐ پنجوں کے بل چلے، یوں پاؤں زخمی ہو گئے۔ کچھ اوپر پہنچ کر [صبح ہو رہی ہے چار بجے علی الصبح کا وقت ہے] ابو بکرؓ نے آپؐ کو اٹھالیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے پاس جا پہنچے، جو تاریخ میں "غارِ ثور" کے نام سے مشہور ہو گیا، غار کی کیا حیثیت ہوتی اگر دو مبارک صاحبان کے قدم وہاں نہ پہنچتے جو توحید کا علم لے کر دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنا گھر بار لٹا کر یثرب جا رہے تھے۔

یک بارگی بارہ تلواروں سے قتل کا منصوبہ ناکام ہو گیا

آیئے ذرا دیکھیں کہ دروازے پر بیٹھے سردارانِ قریش کیا کر رہے ہیں؟ ایک شخص اِن بے وقوف مشرکوں [جو اپنے وقت کے سب سے بڑے عقل مند تھے] کے پاس سے گزرا، وہ کچھ عجیب بات دیکھ چکا تھا، تلواریں ہاتھ میں لیے دروازے پر بیٹھے اپنے سروں پر مٹی ڈلوانے والوں کے پاس آیا اور پوچھا کہ یارو! کس کا انتظار ہے؟ انھوں نے کہا: محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا: تم نامراد ہو، اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) تو تم لوگوں کے درمیان سے گزرے اور تمھارے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کو چلے گئے۔ انھوں نے کہا: واللہ! ہم نے تو اُنھیں نہیں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے اپنے سروں کو جو جھاڑا تو ہر سر سے مٹی جھڑی، کچھ بھی عقل اللہ نے اِن کی کھوپڑیوں میں چھوڑی ہوتی تو جان جاتے کہ یہ تو کچھ نہ کر سکے دشمن وار کر گیا ہے، احمقوں نے عقل مندوں کی مانند دروازے کی درزوں سے جھانک کر دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو چادر اوڑھے سوتا دیکھ کر گمان کیا کہ نبی ﷺ تو چادر تانے سو رہے ہیں۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) تو سو رہے ہیں۔ صحیح اطلاع ملنے کے باوجود اللہ کے خاص ارادے سے بے وقوف بنائے گئے لوگ صبح تک وہیں ڈٹے رہے۔ صبح دم جب علیؓ بستر سے اٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔ بعض روایات کے مطابق یہ جواب بھی منقول ہے کیا [اُن کا پتا رکھنا] میرے ذمے لگایا تھا؟ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین پوچھ گچھ کرتے، علی رضی اللہ عنہ کو گھسیٹتے ہوئے حرم میں لے گئے، آپ کو کچھ معلوم ہوتا تو کچھ بتاتے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروگرام اور اپنی راہ کا غیر ضروری طور پر کسی سے تذکرہ ہی نہیں کیا تھا، چناں چہ جب علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ اُنھیں کچھ نہیں معلوم، تو حقیقت یہی تھی کہ اُنھیں کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔

جب علیؓ سے کچھ بھی معلومات نہ مل سکیں تو دوڑے بھاگے ابو بکرؓ کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابی بکرؓ باہر آئیں۔ ان سے پوچھا: تمھارے ابا کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: واللہ! مجھے معلوم نہیں کہ میرے ابا کہاں

ہیں۔ اس پر کم بخت ابو جہل نے اُن کے رخسار پر تھپڑ مارا جس سے اُن کے کان کی بالی گر گئی۔ در حقیقت یہ حرکت عرب روایات کے خلاف تھی، اسی لیے عرب سردار گزشتہ رات آپؐ کے گھر میں نہیں گھسے تھے کہ اندر خواتین ہوں گی۔ ابو جہل پہلے بھی مسلم خواتین پر ظلم کرنے کے معاملے میں بے باک تھا۔

تین راتیں غارِ ثور میں: آیئے دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے دوست کیا کر رہے ہیں۔ غار پہنچ کر ابو بکرؓ نے پہلے غار کو اچھی طرح سے دیکھا، کہیں کوئی سانپ، بچھو یا موذی جانور نہ ہو تب اپنے دوست کو اندر آنے کے لیے بلایا۔ اس غار میں یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں یعنی جمعہ، ہفتہ، اتوار اور پیر کی درمیانی راتیں غار میں پوشیدہ رہ کر گزاریں۔ ابو بکر کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ صبح ان کی بکریاں چراتے ہوئے شام/رات تک اُن کو جبل ثور پر لے جاتا تو دونوں ان بکریوں کا دودھ پی لیتے۔ اسما بنت ابو بکرؓ دونوں کا کھانا تیار کرتیں اور اپنے بھائی کے ہاتھ روانہ کر دیتیں۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک، سخن فہم نوجوان تھے۔ اِن تین راتوں کے قیام کے دوران عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہما بھی یہیں رات گزارتے تھے۔ طلوع سحر سے قبل ہی تاریکی میں واپس شہر چلے جاتے، اور مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انھوں نے یہیں رات گزاری ہے۔ پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو کوئی بات سنتے اسے اچھی طرح ذہن میں رکھتے اور جب رات گہری تاریکی میں ڈوب جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ابن ہشام کے مطابق ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فُہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس عین اُسی راستے پر سے گزرتے جس پر عبد اللہ بن ابی بکرؓ غار تک آتے جاتے تھے، اس طرح اُن کے قدموں کے نشان مٹ جاتے۔ مگر آج ڈیڑھ ہزار سال بعد تک عامرؓ کے کارناموں کے نشانِ قدم کروڑوں لوگوں کے اذہان میں ثبت ہیں جو ماؤں کی چھاتیوں سے ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں اور لوگ اپنے بیٹوں کا نام اُس مبارک چرواہے کے ناموں پر 'عامر' رکھتے ہیں۔ قدموں کے نشان مٹانے والے کے نشان ہائے قدم اَمر ہو گئے!

دونوں حضرات عامر بن فُہیرہؓ کی لائی ہوئی بھیڑ بکریوں کا دودھ رات کو جی بھر کر پی لیتے۔ پھر صبح تڑکے ہی عامر بن فُہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انھوں نے یہی کیا۔ عامر بن فہیرہ، عبد اللہ بن ابی بکرؓ کے مکہ جانے کے بعد اُنھیں کے نشانات قدم پر بکریاں ہانکتے تھے تاکہ نشانات مٹ جائیں۔ غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کے حوالے سے، خوش اعتقاد لوگوں نے بہت سی روایات پھیلائیں ہیں جن میں سے اکثر کا حقیقت سے

کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے دوست کی تلاش

بارہ تلواروں سے یک بار گی قتل کے منصوبے میں ناکامی کے بعد رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو قطعاً لاعلم پا کر سردارانِ قریش نے دار لندوہ میں ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جس میں یہ طے کیا کہ ان دونوں صاحبان کو گرفتار کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل کو کام میں لایا جائے۔

۱۱ ستمبر ۶۲۲ء سنیچر

مکہ کڑی نگرانی اور پہرے میں

مکّے کے تمام داخلی اور خارجی راستوں پر گزشتہ کل شام ہی سے نہایت کڑا مسلح پہرہ بٹھادیا جاچکا ہے۔ اسی طرح یہ اعلان عام بھی کیا گیا ہے کہ جو کوئی ابن ابی کبشہ [۱۳۳] اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مُردہ لے کر آئے گا اسے دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا انعام دیا جائے گا۔ اس انعام کے لالچ میں سوار اور پیادے اور ماہر کھوجی دل جان سے دو دن تک تلاش کرتے رہے، پہاڑوں، وادیوں اور صحرا کا چپہ چپہ چھان مارا، مگر ہاتھ کچھ نہ لگا۔ عام حالات میں دو عام آدمیوں کو ڈھونڈنا، اہلِ مکہ کے لیے کوئی مشکل نہ تھا، مگر یہ اللہ کے چھپائے ہوئے تھے، اللہ کی مرضی کے علی الرغم اِن کو ڈھونڈ لینا ممکن ہی نہیں تھا۔ اِن کے منصوبہ قتل سے بچ نکل کر مبارک صاحبان کا یثرب تک زندہ سلامت پہنچنا اللہ کی قدرت کا مظہر ہے، ایک معجزہ ہے، نبی ﷺ کی صداقت پر ایک دلیل ہے۔ قریش نے آپ دونوں کی تلاش میں آدمی دوڑائے۔ پہلے یثرب جانے والے راستوں کی چھان بین ہوئی وہاں ناکامی کے بعد دیگر جوانب بھی تلاش شروع ہوئی۔

۱۲ ستمبر ۶۲۲ء اتوار

اتوار کی صبح تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے۔ ابو بکرؓ غار کے اندر سے اوپر کی جانب اُن کے پاؤں دیکھ رہے تھے ابو بکر گھبرائے اور کہا کہ : اے نبیؐ اللہ ! اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نظریں نیچی کر کے دیکھے تو ہمیں پالے گا، فرمایا: ابو بکر ! خاموش رہو (ہم) دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ ما ظنك يا أبا بكر

---

۱۳۳ عرب میں 'ابو کبشہ' نامی ایک شخص گزرا تھا جس نے قریش کی بت پرستی کی مخالفت کی تھی۔ قریش بت پرستی کی مخالفت کی مناسبت سے بتوں کی مخالفت کرنے والے محمدؐ بن عبداللہ؛ رسول اللہ ﷺ کو ابن ابی کبشہ [یعنی کبشہ کا وارث/بیٹا] کہتے تھے ۔[دیکھیے: (دلائل النّبوۃ بیہقی ۸۲/۱، ۸۳، سیرت نبویہ لابی حاتم ص ۴۴)]

باثنین اللہ ثالثھما۔" ابو بکر ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔ جن کا تیسرا اللہ ہے۔ ڈھونڈنے والے کھوجی نے غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا بنا دیکھا [جو بڑا قدیم نظر آرہا تھا] تو [اس خیال سے کہ عرصہ دراز سے تو اس میں کوئی گھسا ہی نہیں ہے] واپس پلٹ گیا۔ کہ ابو بکرؓ نے جب کھوجیوں کو دیکھا تو رسول اللہؐ کی محبت میں آپ کا غم فزوں تر ہو گیا اور آپ کی فکر یہ تھی کہ اگر میں مارا گیا تو میں محض ایک آدمی ہوں لیکن اگر آپؐ قتل کر دیے گئے تو پوری امت ہی غارت ہو جائے گی اور اسی موقع پر ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غم نہ کرو۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

غار میں بسر ہونے والی اِن تین راتوں میں اللہ کے رسولؐ اور اُس کے رفیق [یارِ غار] کو دشمنوں ہی کے نہیں ہر طرح کے موذی جانوروں کے آزار سے بھی اللہ نے محفوظ رکھا۔ البتہ غار کی دیوار یا چھت کے ایک پتھر کے گرنے سے نبی اکرمؐ کی انگلی زخمی ہو گئی، اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے انگلی، یہ تکلیف اللہ کی راہ میں آئی ہے، اس لیے یہ کوئی تکلیف نہیں ! آپؐ کا یہ فرمانا ظاہر کرتا ہے کہ اس سفر پر نکلنے والے دونوں رفیق اپنے آپ کو تیار کر کے نکلے تھے۔

آنے والے ایّام میں اللہ نے اپنے نبیؐ کی اس معجزانہ حفاظت کا تذکرہ سورہ توبہ میں مسلمانوں پر اپنے احسان کے طور پر بیان کیا۔ ہم اس کی آیت کا مفہوم اپنے مقام پر نزولی ترتیب کے لحاظ سے بیان کریں گے، فی الحال تلاوت و ترجمے کی حلاوت سے لطف اُٹھایئے۔

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (توبہ ۰)

ترجمہ: ”اللہ اُس (اپنے رسول) کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب کفار نے اُسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو (ساتھیوں میں سے) ایک تھا اور جب دونوں غار میں تھے، اس وقت وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا، 'غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے' اس وقت اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور ان کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تمھیں نظر نہ آتے تھے۔ اس نے کفار کا قول نیچا کر دکھایا اور اللہ کا کلمہ بلند کر دیا۔ اور اللہ بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔“

☆☆☆☆☆

مکہ سے مدینے تک کا اصل قدیم راستا دُہری لکیر سے ہے جب کہ سیاہ تیر سے دکھایا گیا راستا وہ ہے، جسے ہجرت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا، یہ خیمہ اِمّ معبد سے گزرتا ہے۔

ضروری نکات، سوالات و یادداشتیں